انسانی جان اور جسم کے خلاف جرائم کی سزا

اسلامی قانون میں

(۷)

اعضاء کے قائم رہتے ہوئے ان کا بیکار ہو جانا

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

اس سے قبل جو کچھ بیان ہوا وہ اس بارے میں تھا کہ انسان کا عضو جسم سے کٹ جائے، لیکن اگر صورت یہ ہو کہ عضو تو اپنی جگہ باقی ہو لیکن اس کی افادیت ختم ہو جائے تو ایسی صورت میں بعض کے نزدیک اس بات کا امکان ہی نہیں ہے کہ مجرم کو بقدر جرم سزا دی جاسکے۔ یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے حضرات کی ہے۔ البتہ اگر کسی صورت میں شخص متضرر کے نقصان کے برابر مجرم کو سزا دی جاسکتی ہو تو قصاص نافذ ہو گا۔

مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو مارا، اس کے نتیجے میں مضروب کی عقل جاتی رہی، یا قوتِ گویائی ختم ہو گئی، یا قوتِ سامعہ یا باصرہ زائل ہو گئی، یا قوتِ ذائقہ اور شامہ میں فتور آگیا۔ تو ان سب حالات میں اعضاء تو اپنی جگہ باقی ہیں لیکن ان کی افادیت ختم ہو گئی۔ اور ماہرین فن کے نزدیک یہ ممکن نہیں ہے کہ قصاص کے اجراء کے نتیجے میں مجرم کی یہ قوتیں زائل ہو جائیں اور عضو بدستور باقی رہے جیسا کہ جرم کے نتیجے میں ہوا۔ اگر اس صورت میں قصاص جاری کیا جائے تو ظلم و زیادتی کا امکان رہتا ہے اور یہ بات قصاص میں شرعاً ممنوع ہے اور شارع کے مقصد، یعنی مساوات کے خلاف ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مقدمے میں چار دیتوں (DAMAGES) کا فیصلہ دیا جس میں ایک شخص نے دوسرے کو مارا تھا اور اس کے نتیجے میں مضروب کی عقل، قوت گویائی، بصارت

اور قوت باہ جاتی رہی تھیں۔ اگر قصاص ممکن ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور اس میں قصاص کا فیصلہ فرماتے۔[1]

اس کے باوجود اگر صورت یہ ہو کہ پورا پورا بدلہ لیا جانا ممکن ہو تو قصاص واجب ہو جائے گا۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو مارتا ہے، اس کی بینائی چلی جاتی ہے۔ اب اگر ایسے طبی طریقے یا دیگر تدابیر موجود ہوں جنھیں استعمال کر کے کسی کی بینائی ختم ہو سکے تو قصاص لازم ہوگا۔[2] بینائی میں قصاص کے اجراء کے امکان پر ایک دلیل وہ واقعہ بھی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ ایک دیہاتی دودھ دینے والی اونٹنی لے کر شہر آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے اس سے خریداری کی بات چیت کی۔ کسی بات پر وہ آپس میں لڑ پڑے۔ غلام نے دیہاتی کو ایک طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی سے کہا کہ اگر آپ راضی ہوں تو میں آپ کو دُگنی دیت ادا کر دوں اور آپ قصاص معاف کر دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ایک شیشہ منگوایا، اُسے گرم کیا، مجرم کی ایک آنکھ پہ روئی رکھی۔ شیشے کو زنبور میں پکڑا اور اُسے مجرم کی آنکھ کے قریب کیا۔ اُس کی آنکھ کی تپلی بہ گئی۔ نیز آنکھ میں کافور ڈالنے سے بھی بینائی ختم ہو جاتی ہے لیکن آنکھ کا ڈھیلا ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر نفاذِ قصاص کی صورت ایسی ہو کہ اس میں پوری آنکھ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں قصاص ساقط ہو جائے گا۔[3]

---

[1] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۹ میں ہے "سر پہ مارا، اور مضروب کی عقل، قوتِ گویائی، ذائقہ، شامہ، قوتِ باہ یا مادۂ منویہ ختم ہو گیا تو اس میں قصاص نہیں ہے کیونکہ متضرر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ مجرم کو ایسی چوٹ لگائے جس کے نتیجے میں اس کی یہی قوتیں ختم ہو جائیں۔ لہٰذا جرم کے مطابق سزا دینا ممکن نہ ہوگا" ص ۳۰۷ میں لکھتے ہیں: "شریعت میں زبان، کان اور جماع کے وظائف ختم ہو جانے کے بدلے میں قصاص کی سزا نہیں ہے۔ نیز ص ۳۱۱ اور ۳۱۲۔

[2] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۷ متضرر کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ امام محمد سے صاحب نوادر کی روایت یہ ہے کہ اس میں قصاص واجب ہے ... نیز بینائی کے چلے جانے سے بھی شریعت میں قصاص واجب ہے۔ "تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۶، ص ۱۱۱۔ اس میں لکھتے ہیں "اگر آنکھ کی بینائی ختم ہو جائے اور وہ اپنی جگہ قائم ہو تو اس میں قصاص ہے۔"

[3] المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۲۸ اور اس کے بعد۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ مجرم نے اگر متضرر کو اس قدر زخمی کیا کہ ہڈی نظر آگئی اور اس کے نتیجے میں اس کی بصارت ختم ہو گئی جبکہ تپلی اپنی جگہ باقی تھی تو اس صورت میں بھی قصاص واجب ہوگا۔ اور مجرم کو اسی قدر زخمی کیا جائے گا۔ اب اگر اس کے نتیجے میں اس کی بصارت بھی ختم ہو جاتی ہے تو فبہا ورنہ کوئی ایسی ترکیب کی جائے گی جس سے اس کی بصارت تو ختم ہو جائے لیکن تپلی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ مثلاً یہ کہ لوہا گرم کر کے اس کی تپلی کے قریب کیا جائے وغیرہ۔ اور اگر تپلی کا بچانا ممکن نہ ہو تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور مجرم پر مالی تاوان عاید ہوگا۔ یہی حکم ہے اس طمانچے کا جس کے نتیجے میں بصارت ختم ہو جاتی ہے۔ قوتِ سامعہ اگر کسی ضرب کے اثرات سے زائل ہو جائے تو اس میں بھی قصاص واجب ہے۔ کیونکہ قوتِ سامعہ کا مقرر محل ہے۔ ذائقہ، شامہ اور گویائی کی قوتیں اگر کسی ضرب وغیرہ کے نتیجے میں چلی جائیں تو ان میں بھی قصاص واجب ہوگا۔ یہی قول صحیح تر ہے اور اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو اس سے قبل قوتِ باصرہ کے ضمن میں بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے متعین مقامات ہیں اور ماہرین کئی ایسے طریقے جانتے ہیں جنہیں استعمال کر کے ان حواس کو ضائع کیا جا سکے۔ البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان چیزوں میں قصاص واجب نہ ہوگا۔[1]

حنابلہ کا مذہب بھی امام شافعیؒ سے ملتا جلتا ہے۔ البتہ وہ طمانچے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک فریق کا کہنا ہے کہ اگر کسی طمانچے کے نتیجے میں متضرر کی کوئی حس ضائع ہو جاتی ہے تو مجرم کو پہلے طمانچہ مارا جائے گا۔ اگر اس کے نتیجے میں اس کی حس ضائع نہ ہو تو پھر دوسرے طبی ذرائع سے اُسے ختم کر دیا جائے گا اور اگر اس کے زائل کر دینے کا کوئی امکان ہی نہ ہو تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اس کے برعکس ایک دوسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ طمانچے میں قصاص نہیں ہے البتہ اس کے اثرات کے نتیجے میں متضرر کی جو حس ضائع ہو گئی، طبی ذرائع استعمال کر کے مجرم کی وہی حس ضائع کر دی جائے گی۔[2]

عضو کے باقی رہنے اور اس کی افادیت کے ختم کر دینے کے مسائل میں امام مالکؒ بھی شوافع اور حنابلہ کے ساتھ

---

[1] نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۳۲۔

[2] کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۳ ص ۳۷۹، ۳۸۰۔ المغنی ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۲۸ اور اس کے بعد۔

متفق الرائے ہیں[1]۔

اب صرف یہ صورت رہ جاتی ہے کہ کسی عضو کی پوری افادیت تو ختم نہ ہو لیکن اس میں نقص پیدا ہو جائے مثلاً ضرب کے نتیجے میں متضرر کی بینائی کمزور ہو جائے یا وہ اونچا سننے لگے تو ان صورتوں میں قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جرم کے نتیجے میں جس قدر افادیت جاتی رہی ہے بعینہٖ اسی قدر افادیت مجرم کے اعضاء سے ختم کرنا نہایت دشوار ہے اور اگر ایسا کرنے کی کوشش کی گئی تو اس بات کا امکان ہے کہ مجرم کے عضو کی پوری افادیت ختم ہو جائے یا اُسے اس نقصان سے زیادہ نقصان پہنچ جائے جس قدر متضرر کو پہنچا۔ لہٰذا قصاص میں مساوات نہ ہوگی اور یہ ظلم ہوگا[2]۔

اس پوری بحث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اگر جرم کے نتیجے میں کوئی عضو تلف ہو جائے یا اس کی منفعت ختم ہو جائے تو فقہاء کے درمیان اس میں کامل اتفاق ہے کہ قصاص واجب ہے اور اس میں سزا کا جرم کے مطابق اور مساوی ہونا ضروری ہے۔ البتہ اس شرط کی تطبیق و نفاذ میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے اس میں سختی برتی ہے۔ اور بعض نے توسّع کی راہ اختیار کی ہے۔

ان عمدی جرائم کا حکم جن میں قصاص نہیں، اور ان جرائم کا حکم جن کا صدور خطاء سے ہوا

وہ جرائم جن کے نتیجے میں متضرر کا کوئی عضو کٹ جائے یا اس کی افادیت ختم ہو جائے لیکن صورت ایسی ہو کہ نفاذِ قصاص کے لیے جو ضروری شرائط مقرر ہیں، ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو، یا متضرر نے قصاص معاف کر دیا ہو[3]۔ یا قصاص والے جرائم کا ارتکاب غلطی سے ہو گیا ہو، تو ایسی سب صورتوں میں دیت

[1] حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر ج ۴ ص ۲۹۶ اور اس کے بعد مطبع ازہر ۱۳۰۱ھ۔ مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، ج ۶ ص ۲۴۸ اور اس کے بعد۔

[2] بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ابن رشد، ج ۲ ص ۴۱۴۔

[3] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۴۵، لکھتے ہیں: "صاحب قصاص کا حق صرف یہی نہیں کہ وہ جرم کے بدلے اعضاء کاٹ لے بلکہ اسے قصاص اور عفو کے انتخاب میں اختیار ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ معاف کر دے۔ الاحکام السلطانیۃ الماوردی ص ۲۲۱۔

واجب ہو گی، کیونکہ وہ جرائم جن کا ارتکاب اگر عمداً بھی کیا جائے تب بھی ان میں قصاص واجب نہ ہوتا ہو ایسے جرائم کا ارتکاب خواہ عمداً ہو یا بلا عمد ہو، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دونوں میں دیت اور مالی معاوضہ واجب ہوتا ہے۔ یہ جمہور فقہاء کا مسلک ہے[1]۔

دیت کبھی تو پوری واجب ہوتی ہے ——— اور کبھی اس کا ایک حصہ واجب ہوتا ہے اور کبھی غیر مقرر (UNPRESCRIBED) معاوضہ واجب ہوتا ہے۔

کامل دیت پوری دیت اس لیے واجب ہوا کرتی ہے کہ تلف شدہ عضو کی افادیت پوری طرح ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ ہے کہ وہ عضو کٹ جائے اور اس کی افادیت ختم ہو جائے اور دوسری یہ کہ عضو اپنی ظاہری صورت میں اپنی جگہ قائم ہو لیکن اس کی افادیت ختم ہو جائے۔ دونوں صورتوں میں عضو کی منفعت جاتی رہتی ہے[2]۔ واضح رہے کہ تلف شدہ عضو جسم انسانی میں صرف ایک ہو تو پوری دیت واجب ہو گی اور اگر متعدد ہوں لیکن جرم کے نتیجے میں تلف ہو جائیں یا سب کی افادیت ختم ہو جائے تب بھی پوری دیت واجب ہو گی۔

مثلاً ناک، ہڈی سمیت، زبان اور آلۂ تناسل ایسے اعضاء ہیں جو جسم میں صرف ایک کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اگر یہ کٹ جائیں تو ان کے منافع ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے، لہٰذا ان سب میں پوری دیت واجب ہو گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک روایت بھی منقول ہے۔

اگر جرم کے نتیجے میں کسی عضو کی صرف افادیت ختم ہو جائے اور اس کی ظاہری شکل اپنی جگہ قائم رہے،

---

[1] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۱۲۔ اس میں لکھتے ہیں کہ دیت کے وجوب کے لیے یہ شرط ہے کہ جس جرم کا ارتکاب بطور خطا ہوا ہو وہ ایسا ہو کہ اگر اس کا ارتکاب عمداً کیا جاتا تو اس میں قصاص واجب ہوتا، رہے وہ جرائم جن کا ارتکاب اگر عمداً بھی کیا جائے تو ان میں قصاص واجب نہ ہوتا ہو تو ان کا ارتکاب عمداً یا خطاءً دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔" احکام السلطانیہ، الماوردی ص ۲۲۱-۲۲۲۔ نیز دیکھیے ابن حزم، المحلّیٰ، ج ۱۰، ص ۴۰۳ اور اس کے بعد۔

[2] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱، اور اس میں ہے "وجوب دیت کا سبب یہ ہے کہ کسی عضو کے مطلوبہ مقاصد پورے کے پورے فوت ہو جائیں۔ یہ دو طرح ہوتے ہیں، کٹ جانے سے یا اگر ظاہری شکل باقی ہو تو افادیت کے ختم ہونے سے۔"

مثلاً قوتِ شامہ اور ذائقہ ضائع ہو جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ متضرر عقل سے بھی محروم ہو جائے تو ان سب اعضاء کے بدلے علیٰحدہ علیٰحدہ دیت واجب ہو گی، کیونکہ دیت واجب ہی اس لیے ہوتی ہے کہ کسی عضو کی افادیت پوری طرح ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص نے دوسرے کو سر پہ مارا۔ اس کے نتیجے میں اس کی قوتِ گویائی، عقل اور قوتِ باصرہ تینوں ضائع ہو گئیں۔ اور اس کے ساتھ اس کی قوتِ مردمی بھی ختم ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس مقدمے میں مجرم کے خلاف چار دیتوں کی ڈگری دی۔ کیونکہ ان اعضاء کی جو افادیت تھی وہ پوری طرح ضائع ہو گئی تھی۔[۱]

اگر جرم کے نتیجے میں ایسے اعضاء ضائع ہو جائیں جو جسمِ انسانی میں ایک سے زیادہ ہیں مثلاً آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور کان تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایسے دو اعضاء کے عوض پوری دیت واجب ہو گی۔[۲]

اگر جرم کے نتیجے میں ایسے دو اعضاء کی افادیت پوری کی پوری ختم ہو جائے اور اعضاء کی ظاہری شکل اپنی جگہ باقی رہے، مثلاً آنکھیں تو ہوں مگر بینائی ختم ہو جائے، کان موجود ہوں، لیکن قوتِ سامعہ ختم ہو جائے، تو اس صورت میں بھی پوری دیت واجب ہو گی۔ کیونکہ ان اعضاء سے جو منفعت مقصود تھی وہ پوری طرح ختم ہو گئی ہے۔ اب اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ ان اعضاء کی ظاہری شکلیں باقی ہیں۔[۳] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس فیصلے کا اس سے پہلے ذکر ہوا ہے اس میں یہی صورت درپیش تھی کہ ظاہری اعضاء تو اپنی جگہ قائم تھے لیکن ان کی منفعت ختم ہو گئی تھی۔ اس لیے آپ نے پوری دیت کا حکم دیا۔

۱۔ البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱، ۳۱۲؛ تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۲۹؛ حاشیۃ الدسوقی علی شرح الدردیر، ج ۴ ص ۲۹۶ اور اس کے بعد۔

۲۔ البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱؛ تبیین الحقائق، شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۲۹؛ الاحکام السلطانیہ الماوردی ص ۲۲۱، ۲۲۲۔

۳۔ الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱؛ حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر، ج ۴ ص ۲۹۶ اور اس کے بعد۔

اگر کوئی عضو ایسا ہو کہ اس کی تعداد دو سے بھی زیادہ ہو اور جرم کے نتیجے میں سب کی افادیت ختم ہو جائے تو پھر بھی پوری دیت واجب ہو گی۔ مثلاً جرم کے نتیجے میں پپوٹوں کے کنارے ضائع ہو جائیں یا ان کی افادیت ختم ہو جائے اور پلکیں اگنا بند ہو جائیں یا خود پپوٹے ضائع ہو جائیں۔ چونکہ جسم میں ان کی تعداد چار ہے۔ اس لیے اگر یہ چاروں کے چاروں ضائع ہو جائیں یا ان کی افادیت ختم ہو جائے تو ان میں پوری دیت ہو گی۔[1]

یہ تو تھے وہ حالات جن میں پوری دیت واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض ایسی صورتیں بھی ہوتی ہیں جن میں دیت کا ایک حصہ واجب ہوتا ہے اور بعض ایسی صورتیں بھی ہوتی ہیں جن میں مقررہ دیت سے بھی زیادہ معاوضہ واجب ہوتا ہے۔

وہ حالات جن میں دیت کا ایک حصہ لازم ہوتا ہے اگر جسم میں کوئی عضو دو کی تعداد میں پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک ضائع ہو جائے یا اس کی افادیت ختم ہو جائے۔ مثلاً آنکھوں، ہاتھوں، پاؤں، کانوں اور ہونٹوں میں سے صرف کوئی ایک تلف ہو جائے[2]۔ مثلاً مجرم کسی کو مارے اور ان اعضاء میں سے ایک عضو ضائع ہو جائے اور کسی وجہ سے قصاص واجب نہ رہے یا یہ اعضاء کسی ایسے جرم کے نتیجے میں ضائع ہو جائیں جس کا ارتکاب خطاءً ہوا ہو، تو اس میں نصف دیت واجب ہو گی،[3] خواہ جرم کے نتیجے میں عضو کٹ جائے یا ظاہری صورت اپنی جگہ قائم ہو لیکن افادیت ختم ہو جائے[4]۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ایک مکتوب مبارک میں عمرو بن حزم کو اسی کا حکم دیا۔ نیز یہ کہ جو اعضاء جسم انسانی میں دو کی تعداد میں ہوتے ہیں اگر ان میں سے ایک کسی جرم کے نتیجے میں تلف ہو جائے یا اس کی افادیت پوری طرح ختم ہو جائے تو گویا ان اعضاء سے

---

[1] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱۔

[2] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۴۔ تبیین الحقائق، شرح الکنز، زیلعی ج ۶ ص ۱۲۹۔ الاحکام السلطانیہ، الماوردی ص ۲۲۱-۲۲۲۔

[3] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۲۲۔

[4] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۴۔ اس میں لکھتے ہیں: "اگر عضو تلف ہو جائے یا اپنی جگہ قائم ہو اور منفعت ختم ہو جائے تو دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔"

مطلوب منفعت کا نصف حصہ تلف ہو جاتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی دیت واجب ہوتی ہے، اور یہ اس وقت ہوتی ہے جب جرم کے نتیجے میں کٹنے والے عضو کی تعداد جسم انسانی میں چار ہو۔ مثلاً جرم کے نتیجے میں پپوٹوں کے کنارے ضائع ہو جائیں اور وہ پلکیں اگانا بند کر دیں۔ اگرچہ خود پپوٹوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔ اور صرف بال ہی کٹ گئے ہوں۔ یا پپوٹوں کو بھی نقصان پہنچا ہو[۱]۔

اس کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ مثلاً جرم کے نتیجے میں ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی کٹ جاتی ہے تو اس میں دیت کا دسواں حصہ عاید ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں[۲]۔

کبھی دیت کی مقدار اس سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک دانت کی دیت پوری دیت کا ۱/۲۰ ہے اور تمام دانتوں کو مساوی رکھا گیا ہے۔ اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث منقول ہے[۳]۔ اسی طرح جن انگلیوں کے دو جوڑ ہیں، ان میں سے اگر ایک کٹ جائے تو اس میں بھی ۱/۲۰ واجب ہوگا۔ کیونکہ پوری انگلی میں دسواں حصہ عاید ہوتا ہے۔ تو اس کے ایک جوڑ میں اس کا نصف عائد ہوگا۔ لیکن اگر انگلی تین جوڑوں والی ہے اور اس کا ایک جوڑ جرم کے نتیجے میں ضائع ہو جاتا ہے یا اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے تو اس کے ہر ایک جوڑ کے بدلے انگلی کی مقررہ دیت کا ایک تہائی حصہ واجب ہوگا[۴]۔

---

[۱] الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱، ۳۱۴۔ تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۲۹۔

[۲] 〃 〃 〃 ۳۱۴ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۳] 〃 〃 ۳۱۴ 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲۹، ۱۳۱۔

[۴] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃